عرفان صدیقی صاحب

طالبان کا افغانستان

محترم جناب عرفان صدیقی صاحب ایک نامور صحافی مشہور ادیب اور معروف کالم نگار ہیں۔ آنجناب نے ایک سال قبل حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے ہمراہ قندھار کا دورہ کیا تھا۔ اور اس کے بعد انہوں نے صحیح حالات وواقعات کا جائزہ معاصر ہفتہ وار جریدہ "تکبیر" میں شائع کیا۔ اور پھر مختلف اخبارات میں بھی طالبان کی حمایت میں لکھتے رہے۔ زیر نظر مضمون بھی دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور لشکر محمدی طالبان کے ساتھ خصوصی محبت کا آئینہ دار ہے۔ ہم آپکے اس کالم کو بشکریہ "جنگ" (۳۰ مئی) کے ساتھ نذر قارئین کررہے ہیں۔

ابھی پورا ایک سال بھی نہیں گزارا۔ یہ قصہ ہے اگست ۱۹۹۶ء کا جب میں نے مولانا سمیع الحق کے ہمراہ قندھار اور ہرات کا دورہ کیا اور امیرالمومنین ملاعمر سمیت طالبان کی قیادت کو قریب سے دیکھنے اور ان سے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ دورے سے واپسی پر میں نے چار قسطوں پر مشتمل ایک طویل سلسلہ مضامین لکھا جس کا عنوان تھا "طالبان کا افغانستان" بہت سے لوگوں کو الفاظ کا یہ مرکب پسند نہ آیا اور وہ پورے افغانستان کو طالبان کے نام سے منسوب کرنے کو مبالغہ آرائی قراردیتے رہے۔ جہاد افغانستان کے جن "ورثا" نے میرے تجزیئے سے اختلاف کرتے ہوئے طالبان کی اٹھان کو وقتی ابال قرار دیا اور ان کی شان نزولی کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کیا ان میں لیفٹننٹ جنرل (ر) حمید گل اور برادرم اعجازالحق بھی شامل تھے۔ دونوں حضرات کا جہاد افغانستان اور مجاہدین کے ساتھ گہرا جذباتی رشتہ ہے اس لئے میں اپنے مشاہدات کی تحیر اور داستان گوئی کی صلاحیت کے باوجود انہیں قائل نہ کرسکا کہ ان پر اسرار بندوں کی قوت ایمانی افغانستان میں ایک نئی تاریخ رقم کرنے والی ہے۔ ۲۴ مئی کوئی تین بجے سہ پہر میرے فون کی گھنٹی بجی۔ جنرل حمید گل کی آواز میں شدت جذبات کی لرزش تھی۔ "مبارک ہو۔ طالبان نے شبرغان فتح کرلیا ہے اور مزار شریف کسی لمحے ڈھیر ہونے والا ہے۔ تقریباً اسی وقت طالبان کے وزیرخارجہ حاجی محمد غوث اخوند اور ملامحمد عمر کے معتمد خاص مولوی احسان اللہ، افغان سفیر کے

ہمراہ اعجاز الحق کے گھر دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے اور اعجازالحق اس عظیم کامرانی پر ہدیہ تبرک پیش کررہے تھے۔ حاجی محمد غوث بتارہے تھے کہ حال ہی میں انہوں نے چینی صوبے سنکیناگ کا دورہ کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مسلمانوں کے بیشتر گھروں میں جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کی تصویریں آویزاں ہیں۔ افغان سفیر، امیرالمومنین ملا محمد عمر کی طرف سے اعجاز الحق کو دورہ افغانستان کی دعوت دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ طالبان کی قیادت، ضیاء الحق کی روح کی آسودگی کے لئے آپ کے ہمراہ کابل کے پل "خشتی" مسجد میں شکرانے کے نوافل ادا کرنا چاہتی ہے۔ اعجازالحق نے کہا کہ والد کی موت کا دکھ کسی بھی بیٹے کیلئے قیامت کا دکھ ہوتا ہے۔ لیکن جب میں سادہ ومعصوم، حق آگاہ اور حق پرست افغانیوں سے ملتا ہوں تو میرے دل میں فخر اور طمانیت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور میرے دل کے اندر ایک آواز اٹھتی ہے کہ میرا باپ کبھی نہیں مرسکتا۔ مولوی احسان اللہ احسان اپنی کرسی سے اٹھے اور اعجاز الحق کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے بولے۔ "جب تک ایک بھی افغانی زندہ ہے، ضیاء الحق نہیں مرسکتا۔" دونوں کا مکالمہ آنسوؤں میں تحلیل ہوگیا۔ اسی شام (ر) حمید گل طالبان کے اس اعلیٰ سطحی وفد سے ملنے گئے اور دیر تک نئی پیش رفت کے مضمرات پر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ اگلے دن مولانا سمیع الحق نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ایک "تقریب تشکر" کا اہتمام کر ڈالا۔ علی الصبح مولانا نے فون کیا اور اکوڑہ خٹک آنے کا حکم صادر فرمایا۔ میں مولانا سمیع الحق کو طرح دے سکتا ہوں لیکن سچی بات یہ ہے کہ اکوڑہ خٹک کی عظیم درسگاہ کی تمکنت اور اس کے تاریخ ساز کردار کی عظمت میرے دل پر اس طرح رقم ہے کہ دارالعلوم حقانیہ سے جاری ہونے والے کسی حکم سے سرتابی نہیں کرسکتا۔ جب بھی جہاد افغانستان کی مستند تاریخ لکھی جائے گی دارالعلوم حقانیہ کے سرچشمہ فیضان کا تذکرہ ضرور ہوگا اگر اقبال کی شاعری نے لاہور سے خاک بخارا وسمرقند تک ایک ولولہ تازہ دیا تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی عالی مرتبت شخصیت نے بھی وسط ایشیائی ریاستوں کے مسلمانوں کو علم وحکمت کے نور سے نوازا۔ آج بھی دارالعلوم حقانیہ میں اچھی خاصی تعداد ازبکستان اور تاجکستان سے آئے ہوئے نوخیز مسلم طلبہ کی ہے جو اپنی گم گشتہ میراث کی تلاش میں یہاں تک آئے ہیں۔ تقریب تشکر میں محمد اعجازالحق اور جنرل (ر) حمید گل بھی مدعو تھے۔ دونوں نے مجھ سے بھی ہمراہ چلنے کے لئے کہا یہ ایک اچھی اور جذبوں سے لبریز تقریب تھی۔ اعجازالحق، حمید گل اور مولانا سمیع الحق نے جو کچھ کہا، وہ وہی تھا جو ایسی تقریبات میں کہا جاتا ہے لیکن میرے دل میں یہ احساس چٹکیاں لے رہا تھا کہ تقریباً نو ماہ قبل میری معروضات اور ان ورثائے جہاد کے نقطہ نظر میں کتنا فاصلہ تھا۔ جس افغانستان کو اپنے تمام تر زور قلم کے باوجود میں "طالبان کا افغانستان"

باور نہیں کرا سکا تھا ، آج اعجاز الحق اور حمید گل اسی افغانستان کے بارے میں پھپھڑوں کی پوری قوت بروئے کار لاتے ہوئے یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر طالبان کی حکومت کو تسلیم کیا جائے ۔ کھانے کے دوران میں نے اعجاز الحق اور جنرل حمید گل کو حفیظ جالندھری مرحوم کا ایک شعر سنایا

حفیظ اہل زباں کب مانتے تھے بڑے زوروں سے منوایا گیا ہوں

اور یہ بات میں نے اس وقت بھی لکھی تھی کہ طالبان کی آنکھوں میں مرد مومن کی اس معجزنما نگاہ کا عکس ہے جو تقدیر میں بدلنے کی قدرت رکھتی ہے ۔ اپنے سلسلہ مضامین کی آخری قسط میں میں نے لکھا تھا " طالبان کا پس منظر اور پیش منظر کچھ بھی ہو وہ عملاً ایک طاقت ہیں اور کسی بھی پائیدار حل کیلئے ان سے کنی کترا کے گزرنا ممکن نہیں ۔ " آج یہ حقیقت افغانستان کے در و دیوار پر رقم ہے اور پاکستان نے باضابطہ طور پر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے یہ ایک لائق تحسین فیصلہ ہے ۔ ہمیں امریکہ اور مغرب کے دباؤ سے آزاد ہو کر اپنے فیصلے آپ کرنے کی جرات پیدا کرنا ہوگی ۔ پاکستان کے گرد و پیش رونما ہونے والی تبدیلیاں خوش آئند ہیں اور ہماری قیادت ایسے ہی جرات مندانہ فیصلے کرتی رہی تو نئے امکانات کے دریچے وا ہو سکتے ہیں ۔ میں برادرم جناب اعجاز الحق اور حمید گل جیسی اہمیت نہیں رکھتا کہ طالبان کو مبارکباد دے سکوں یا انہیں میری اشیرباد کی ضرورت ہو لیکن سنا ہے کہ مولوی احسان اللہ احسان میرے بارے میں پوچھتے رہے ۔ گذشتہ برس ان سے قندھار میں تفصیلی ملاقات ہوئی تھی ۔ وہ شورائے عالی کے رکن ، کابل کے حاکم اعلیٰ اور سٹیٹ بینک کے گورنر ہیں ۔ آپ ان سے ملیں تو شاید ہی وہ اپنے ان مناصب کا تذکرہ کریں البتہ وہ اپنا تعارف کراتے وقت اس بات کا حوالہ ضرور دیں گے کہ " میں کابل کی تاریخی مسجد پل" خشتی " کا امام ہوں ۔ طالبان کی سادگی و پرکاری اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا سا عجز و انکسار ہی ان کی قوت ہے ۔ میں قندھار میں تھا تو وہاں کے گورنر حاجی ملا محمد حسین رحمانی سے ملاقات ہوئی ۔ جہاد میں ان کی ایک ٹانگ ضائع ہو گئی تھی اور وہ مصنوعی ٹانگ لگا کر چلتے تھے اگلے دن میں اپنے تین صحافی دوستوں اور افغانی ڈرائیور کے ہمراہ سڑک سے گزر رہا تھا کہ فٹ پاتھ پر والی قندھار حاجی ملا محمد حسن رحمانی لاٹھی ٹیکتے پیدل چلتے دکھائی دیئے ۔ میں ششدر رہ گیا ، گاڑی رکوائی ، ڈرائیور سے ماجرا پوچھا ، سادگی سے بولا ۔ " گورنر صاحب کے پاس یہی گاڑی تھی جو کل آپکے زیر استعمال ہے ۔ اس لئے وہ پیدل جا رہے ہیں ۔ " اگر " طالبان کا افغانستان " ان درخشندہ روایتوں کو زندہ رکھ سکا تو تاریخ اس کے قدموں تلے ہوگی ۔